عید کے پیچھے ٹر

'شعاع عمل' کا یہ شمارہ کچھ اس عنوان سے پیش ہے کہ آپ کو حق ہے، اسے 'عید کے پیچھے ٹر' سے تعبیر کریں، کیونکہ اب میٹھی عید کی سوندھی سوندھی سیوئیاں باسی ہو چکی ہیں، عید کا چاند عید کا چاند ہو چکا ہے اور بھی کچھ دن پہلے کے یوم آزادی کے جشن کی بھینی بھینی بو باس بھی فضاؤں میں گھل چکی ہے۔ پھر

ہر روز عید نیست کہ حلوہ خورد کسے (ہمارے یہاں حلوہ نہیں سوئیں کہیں) اب عید کے پیچھے زیادہ کیوں پڑیں، ٹر تو ہے۔ مگر ٹر کا میلہ تو کب کا تاریخ کے پردوں میں گم ہو چکا۔ عید کا چاند تو اللہ اللہ کرتے کرتے پھر دکھائی دے سکتا ہے لیکن ٹر کا میلہ پھر آنے کا نام لے، یہ دور دور تک نہیں دکھائی دیتا۔

ویسے دنیا میں آج تو بہت سی ٹریں نت نئی تڑک بھڑک کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل اپنے یہاں ملک گیر پیمانہ پر 'بدعنوانی' کی ٹر (جوابی ٹر) کا بڑا زور و شور ہے۔ وہیں اس ٹر کو محض ٹر بنا کر مٹر گشتی قرار دینے پر بھی سارا کس بل لگایا جا رہا ہے۔ ہم تو اس سلسلہ میں عجیب کشمکش سے دوچار ہیں۔ ظاہر ہے بدعنوانی کی موافقت میں بولنے کیوں لگیں، خود بدعنوانی کے دلدل میں گلے گلے پھنسے بھی اپنے رندھے گلے سے اپنے کو دودھ کا دھلا ہی کہیں گے اور ثابت کر چھوڑیں گے۔ پھر بھی آج بدعنوانی کے خلاف اخلاقاً زبان کھولنے میں اگر کسی دفعہ میں ماخوذ نہ بھی کئے جائیں تو بھی بدعنوانی کے خلاف آج کی چلتی ٹر کی (کم از کم) سیاسی حمایت میں ضرور دھر لئے جائیں گے۔ خیر 'چلئے' ہم سیاسی یا حکمرانوی بدعنوانی کی بات ہی نہ کریں، ہم عام بدعنوانی کی بات کریں۔ خدا کرے ہماری بات بھی کوئی ٹر یا بڑ نہ سمجھی جائے (کہ گڑبڑ ہو جائے۔)

بدعنوانی بے اعتدالی کی مترادف یعنی سگی بہن ہوتی ہے (نہیں کم از کم دوپٹہ بدل بہن)۔ اس کا کارگر ٹیکا (Vaccination) 'تقویٰ' ہوتا ہے۔ (اسی کی ٹریننگ یا ٹیکا کرن کی یک ماہہ مہم ماہ مبارک رمضان سے مخصوص ہے، اس کامیابی کے عالمی جشن دستار بندی/Convocation یا بین الاقوامی اعزازی جلسہ کو عید کہتے ہیں۔) یہ تقویٰ محض مذہبی اصطلاح یا کوئی روحانی منزل کا نام نہیں کہ خواہ مخواہ کوئی حلقہ بچک جائے یا کسی قسم کا Reservation برتے۔ تقویٰ کے معنی اعتدال کی حد میں رہنے کے ہیں۔ اس کے لفظی معنی 'دبے' رہنے کے ہیں۔ اسے संयम بھی کہہ سکتے ہیں۔

اگر سماج میں تقویٰ کو غلبہ اور بالادستی مل جائے تو Ombudsman یا لوک پال جیسے ادارہ کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ انسان کا ضمیر خود سب سے بڑا جج، قانون کا رکھوالا اور قانون نافذ کرنے والا ہوتا ہے یہ بغیر کسی رو رعایت، دباؤ، طرفداری کے فیصلہ کرتا ہے۔ بس شرط یہ ہے ضمیر کو مردہ نہ ہونے دیا جائے۔ پھر نہ کسی ٹر کی ضرورت، نہ ایسی کسی ٹر کے میلہ بنانے کی۔

ہماری بات صرف نظری یا Theoretical نہیں ہے۔ یہ پوری طرح قابل عمل ہے بلکہ عمل میں آ چکا ہے۔ سامراج کی دھند تاریخ میں کچھ ایسے جگمگاتے ورق محفوظ ہیں۔ خود امیر المومنینؑ کے ظاہری راج میں دیکھئے، ایک مقامی قاضی (Judge) کے یہاں مقدمہ دائر ہوتا ہے۔ مدعی وقت کا فرماں روا ہے (جس کی حکومت کی عظمت و شان و جلالت کے مقابلہ پر آج کوئی بھی بڑی سی بڑی با اقتدار طاقت نہیں آ سکتی) مدعا علیہ ایک عیسائی، اقلیتی فرقہ کا فرد (جب کہ مدعی کا تعلق اکثریتی فرقہ سے ہے) دعویٰ ایک زرہ کے سلسلہ میں ہے جو مدعا علیہ کے پاس ہے۔ جج اقتدار اعلیٰ کے مالک کے خلاف دوٹوک فیصلہ دے دیتا کیونکہ دعویٰ کے ثبوت میں کوئی گواہ نہیں پیش کیا جاتا۔ یہ اور بات ہے کہ مدعی تو فیصلہ کو تسلیم کر لیتا ہے لیکن مدعا علیہ فیصلہ کے 'جرات مندانہ انداز اور حکومت میں قانون کی بالادستی اور شفافیت کو دیکھ کر از خود سپر انداختہ ہو جاتا ہے۔ اور آگے کیا ہوتا ہے تاریخ میں دیکھئے۔ ہمارے اودھ کے نوابی (تم شاہی) دور کی تاریخ میں کچھ ایسے واقعات موجود ہیں جہاں قانون کی بالادستی کا رنگ جما ہوا نظر آتا ہے۔

آخر میں یہ بھی سن لیجئے کہ اودھ میں مولانا مفتی سید محمد عباس شوستری کی حیثیت ایک وقت میں ریاست کے Ombudsman جیسی تھی۔

(م۔ ر۔ عابد)